# اردو رسم الخط اردو کی بقا کا ضامن

ماسٹر نثار احمد

صدر تہذیب ہند سوسائٹی، 413 مین روڈ، نئی کردم پوری، دہلی۔110094

اردو زبان یوں تو ہندوستانی تہذیب کی علامت ہے اور دنیا کے اندر یہ اسی نسبت سے متعارف ہے، لیکن یہ اپنے رسم الخط کی بنیاد پر مسلمانوں سے زیادہ قریب ہے، اسی لیے اس کو لکھنے پڑھنے والا طبقہ زیادہ تر ملت اسلامیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ گو برادرانِ وطن کا بھی اس کے گیسو سنوارنے میں اہم رول رہا ہے اور آج بھی ایک بڑی جماعت اس سے وابستگی پر فخر محسوس کرتی ہے، تاہم یہ محبان اردو چراغِ سحر ہو رہے ہیں اور ان کی نئی نسل اس طرف متوجہ نہیں ہو رہی ہے جو ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

شاعری کی سحر انگیزی کی بنا پر نئی نسل کے مسافرانِ ادب اپنے لیے جائے تسکین سمجھ کر پناہ لینے والے بھی معدودے چند ہی نظر آتے ہیں، لیکن ان میں بھی زیادہ تعداد ان کی ہے جو اردو کے اس پودے کی آبیاری ہندی کے پانی (ہندی رسم الخط) سے کر رہے ہیں، جن کو سننے والے بھلے ہی اُردو کا آدمی سمجھیں، لیکن دیکھنے والے ہندے کا ہی سمجھتے ہیں۔ اس طرح یہ ہندی کے جسم پر اُردو کا پیرہن پہنا کر جب ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں تو داد و تحسین کی صورت میں پوری قیمت وصول کرتے ہیں، اب اسے اردو کی خدمت کا نام دیں یا تسکین ذوق کہیں، کیونکہ یہ وہ طبقہ ہے جو نہ اردو لکھ سکتا ہے اور نہ اردو پڑھ سکتا ہے، بس اردو کے چند الفاظ کا ذخیرہ ہی ان کی اساس ہے جن کو موزونیت کی بنا پر شعریت کا جامہ پہنا دیا جاتا ہے۔ بہرحال اردو کے انحطاط کے اس دور میں یہ نسبت بھی کچھ نہیں تو کچھ تو سہی کی مصداق غنیمت ہے اور اس کے اندر ایک مانوسیت اور اپنا پن نظر آتا ہے۔

البتہ ایک گروہ وہ بھی ہے جو سعیٔ بسیار، محنت اور لگن سے اردو لکھنا بھی سیکھ رہا ہے اور پڑھنا بھی، جس کی بنا پر اردو رسم الخط پر قدرت بھی رکھتا ہے۔ اگر اردو کے سنہرے مستقبل کے طور پر اس کی مثال دی جائے تو بجا ہے، کیونکہ کسی بھی زبان کا رسم الخط ہی اس کی بقا کا ضامن ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو ہندی کے قالب میں ڈھل کر ترقی تو کیا کرے گی زندگی کی جدوجہد میں بھی کمزور پڑ جائے گی۔ اوّل تو اردو کا صحیح تلفظ ہندی میں ادا ہی نہیں ہوتا، تاہم کسی حد تک کوشش بھی کی جائے تو رفع، جمع اور منع جیسے الفاظ کا حق ادا ہونا دشوار ہے۔ مستعار لباس جسم کی ساخت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے بوقت ضرورت تو چل جاتا ہے، لیکن اس کا مستقل استعمال سلیقہ مندی نہیں پھوہڑ پن کی علامت ہے۔

اردو کا حسن برقرار رکھنے کے لیے صحت تلفظ کا خیال رکھنا ضروری ہے اور صحت الفاظ کا دار و مدار رسم الخط پر

ہوتا ہے، لیکن دیکھنے میں آرہا ہے کہ اس کی اہمیت دلوں سے نکلتی جارہی ہے، اردو والے بھی احساسِ کمتری کا شکار نظر آتے ہیں، بعض بعض حضرات کو دیکھا کہ باوجود اردو جاننے کے اردو لکھنا معیوب سمجھتے ہیں۔

ایک پروگرام کا واقعہ ہے، یہ کنونشن دہلی کی ایک مشہور این جی او کی طرف سے منعقد کیا گیا تھا جس میں مختلف میدانوں سے تعلق رکھنے والی تنظیموں نے شرکت کی تھی، ان میں اردو کے لیے کام کرنے والی بھی کئی تنظیمیں تھیں، کاؤنٹر پر اندراج بھی سبھی نے ہندی میں کرایا اور جسٹر حاضری میں اندراج کے وقت مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ میرے برابر میں بیٹھے ہوئے ایک مستند اردو داں نے بھی اندراج کے لیے M بنایا، میں نے فوراً ان کو ٹوکا اور پوچھا، کیوں جناب اردو نہیں جانتے؟ جس پر وہ صاحب قائل بھی ہوئے اور پھر اردو میں اپنا اندراج بھی کیا۔

اسی طرح دہلی کے ایک سمینار میں جانا ہوا، جو دہلی میں اردو کی صورتحال جاننے کے لیے منعقد ہوا تھا اور اسی مناسبت سے اس کا نام ''دہلی میں اردو کی صورتحال'' رکھا گیا تھا، اندراج کاؤنٹر پر یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اردو کے سمینار میں اردو میں اندراج کرنے والوں کا تناسب مشکل سے دو فیصد رہا ہوگا۔ میں نے وہاں کام کرنے والے اسٹاف سے کہا کہ کنوینر صاحب سے کہہ دینا کہ دہلی میں اردو کی صورتحال کا تو آپ کے کاؤنٹر پر ہی صاف پتہ چل رہا ہے کہ اردو جاننے کے باوجود بھی اردو لکھنے والوں کا تناسب دو فیصد ہے۔

آگے چل کر اس حیرت میں مزید چار چاند اُس وقت لگ گئے جب اسٹیج کا منظر دیکھا کہ اردو وہاں بھی ندارد ہی پائی سوائے تنظیم کے نام کے جو ایک کونے میں منہ چھپائے اپنی بے بسی کے آنسو بہا رہی تھی۔

جتنی بھی ناموں کی تختیاں، پمفلٹ، کارگزاری کے کاغذات جیسے سبھی ضروری کارروائیاں ہندی یا انگریزی میں پوری کی گئیں تھیں اور اس طرح اردو کے سمینار پر ہندی کا قبضہ تھا، اردو کی اس فرمانبردار اولاد نے نام کی شکل میں چار حرف دینے کے علاوہ اردو کا اور کوئی حق نہ سمجھا، بالکل اس ناخلف اولاد کی طرح جو بوڑھے ماں باپ کی چارپائی ایک کونے میں ڈال دیتے ہیں۔

یہ سمینار چونکہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے مالی تعاون سے منعقد کیا گیا تھا اسی مناسبت سے اس میں پروفیسر ارتضیٰ کریم ڈائریکٹر قومی کونسل نے بھی شرکت فرمائی تھی، جنھوں نے اردو کو اس طرح راندۂ درگاہ کرنے پر بھرپور احتجاج درج کرایا اور آئینہ کی شکل میں وہاں موجود تمام سامعین کو پمفلٹ اور تختیاں اُٹھا کر دکھائیں کہ یہ دیکھئے یہ دیکھئے صورت حال۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ اردو سے ہماری مصنوعی محبت اور دوہری پالیسی پر زبردست طمانچہ تھا۔

یہ صورت حال آج جابجا نظر آتی ہے اور تو اور مساجد میں بھی ہندی نے پوری طرح قبضہ جمالیا ہے، طریقۂ نماز، نماز کے فرائض، واجبات اور سنن کے پوسٹر ہندی میں بنوانا عام سی بات ہوگئی ہے، حتیٰ کہ احادیث، کلمہ طیبہ اور قرآن تک ہندی رسم الخط کے حوالے کی جارہی ہیں، اگر ضروری ضروری چیزیں ہندی و اردو دونوں زبانوں میں لکھ دی جاتیں تو بھی کسی حد تک درست تھا، لیکن مجھ جیسے آدمی

کے لیے یہ نہایت دکھ کی بات ہے کہ اردو کو پوری طرح نکال کر باہر کر دیا گیا۔

ایک قبرستان میں ہمارا جانا ہوا تو جگہ جگہ نوٹ کی شکل میں اطلاع، اعلان وضوابط کے نام پر ہندی کا بول بالا دیکھا، اتفاق سے وہاں کے ذمہ دار کا موبائل نمبر بھی درج تھا، میں نے نمبر ڈائل کر کے اپنا نام بتایا اور معذرت کے ساتھ عرض کیا کہ جناب اس علاقے میں کچھ حضرات نے اردو لکھنے پڑھنے کی غلطی بھی کر رکھی ہے، ان کے لیے آپ نے کیا انتظام کیا ہے؟ ہندی والوں کے لیے تو جگہ جگہ پورے قبرستان میں اعلان وضوابط لکھے ہوئے ہیں۔ وہ بیچارے مخلص تھے، معذرت چاہی اور آئندہ لکھوانے کا وعدہ کیا۔ آج اچھا خاصا اردو داں طبقہ یہ دلیل دیتا ہے کہ یہ آج کی ضرورت ہے، یہ دلیل اس وقت تو قبول کی جاسکتی تھی جب ہندی کے ساتھ ساتھ اردو کو بھی جگہ دی جاتی، لیکن اسے کیا کہیں گے کہ اردو کو سرے سے ختم کر دیا جائے اور اردو ہی نہیں بلکہ عربی کو بھی ہندی رسم الخط میں لکھ کر کلمہ حدیث جیسی مبارک چیزوں کا تلفظ بگاڑا جائے۔

یوپی کے اندر آپ نکل جائیں تو دیکھ کر افسوس ہوگا کہ پوری پوری مسلم آبادی ہونے کے باوجود بھی اردو کہیں نظر نہیں آتی، بیاہ شادی ہو، الیکشن میں پوسٹ، بینر اور بلّے وغیرہ ہوں سبھی کارروائیاں ہندی میں پوری کی جاتی ہیں، جو لوگ اچھے پڑھے لکھے مانے جاتے ہیں وہ انگلش میں کرنا فخر کی بات سمجھتے ہیں۔ بس اردو کبھی کبھار مشاعروں اور نشستوں میں نظر آجاتی ہے وہ بھی شہر یا قصبات کے اندر، گاؤں دیہات اس سے بھی خالی ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارے اُدباء، شعراء حضرات نشستیں اور مشاعرے کرا کر مطمئن ہوجاتے ہیں اور اردو کی صورتحال انھیں درست نظر آتی ہے۔

ہندی رسم الخط میں اردو لکھنا اور دینی و دنیوی ضروریات زندگی پورا کرنا گو وقتی طور پر سودمند ہوسکتا ہے، لیکن اس کا مستقبل استعمال اردو کی پستی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا، کیونکہ لوگ اردو کی ضرورت ہی محسوس نہیں کریں گے اور پھر یہ صورتحال رفتہ رفتہ اردو کے انحطاط کا سبب بن جائے گی۔ اور ویسے بھی یہ حد وجہد کی علامت نہیں، اور آدمی جب جدوجہد ہی چھوڑ دے اور اپنی ہار مان لے تو پھر اس کی بلا سے، بوم بسے یا ہُما رہے۔

جس زبان کو عروج پانے میں صدیاں لگ گئیں اس زبان کا رشتہ ۷۰/ سال می ہی عوام سے کٹ گیا۔ معاف کیجیے! آج اردو زبان صرف شعراء اُدباء اور کلاس روم کی زبان ہو کر رہ گئی ہے، عام بول چال میں جو اُردو الفاظ رائج ہیں انھیں عوام بولتے ضرور ہیں، لیکن اُن میں سے ۹۰ فیصد لوگوں کو یہ پتہ نہیں ہے کہ یہ الفاظ اردو کے ہیں۔ ایسی صورت حال میں یہ سوچ کر خوش ہونا کہ اردو رابطے کی زبان ہے دل کو سمجھانے والی بات ہے۔ جن الفاظ کا متکلم کو یہ تک پتہ نہ ہو کہ وہ کس زبان کا الفاظ استعمال کر رہا ہے تو یہ اُس زبان کی بقا کے ضامن نہیں ہے۔

البتہ اگر ہماری خانگی زبان اردو بن جائے جس کو ہم قصداً اردو تصور کر کے بولیں تو یہ چیز بقا کی ضامن ہے، یہی وہ کارگر نسخہ تھا جو ہندی کو ایک ہزار سال تک دفتروں اور کام کاج سے دور رہنے کے باوجود بھی زندہ رکھ سکا اور

پھر جیسے ہی اُسے موقع ملا وہ کھل کر عملی میدان میں آ گئی۔
یہی صورتحال آج پنجابی کی ہے کہ اُس زبان کو اپنی مادری زبان ماننے والے دوسری زبان کا استعمال بقدر ضرورت ہی کرتے ہیں ورنہ پوری طرح پنجابی کو ترجیح دیتے ہیں۔ دراصل اردو کے سامنے مادری زبان کا مسئلہ آج بھی حل طلب ہے، دیگر اقوام تو اس کو مادری زبان مانتی ہی نہیں، بعض مسلمانوں کو بھی پوری طرح یہ پتہ نہیں کہ ہماری مادری زبان کیا ہے۔ ایسی صورت میں اس کو عروج اور ترقی ہو بھی تو کیوں کر ہو۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو مادری زبان کے طور پر اردو کو کھلے پر قبول کرنا چاہیے، یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج مذہبی لٹریچر پورا اُردو میں منتقل ہو چکا ہے، جو ایک ضرورت ہے، اس کے علاوہ ادبی سرمایہ بھی اس میں محفوظ ہے۔

ایک سوال اُردو کو روزی روٹی سے جوڑنے کا ہے اور یہ بات بھی اردو کی بقا و ترقی کی ضامن ہے، لیکن یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں ہے کہ اسے آسانی سے عملی جامہ پہنا دیا جائے اور اگر بالفرض کوئی چمتکار ہو بھی جائے تو پھر اس کو اپنانے والوں کا اردو پر احسان نہ ہوگا بلکہ وہ اردو کے ہی احسان مند رہیں گے، البتہ اُس صورت میں اردو کے اوپر سے مسلم لیبل ضرور ہٹ جائے گا۔

بہر حال اس وقت تو یہ ایک دیوانے کے خواب سے زیادہ اور کچھ محسوس نہیں ہوتا، البتہ سعی کامیابی کی ضامن ہوتی ہے:

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

حکومت کی طرف سے اردو مترجم رکھنے کی آوازیں آئے دن اُٹھتی رہتی ہیں، لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اگر حکومت نے کسی محکمہ کے اندر مترجم کا تقرر کر بھی دیا تو اردو میں درخواست نہ آنے کی وجہ سے اس کو یا تو رخصت کر دیا گیا یا کسی اور کام پر لگا دیا گیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس سمت میں سب سے زیادہ ضرورت اردو رسم الخط کو بچانے کی ہے کیونکہ رسم الخط کا گھٹتا رجحان ہی اردو سے دوری کا سبب بنتا جا رہا ہے اور اس کا دائرہ صرف ادیب، شاعر، علما اور صحافیوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ وہ مدارس جو بستی یا محلّہ کی انتظامیہ کے تحت چلتے ہیں اُن میں بھی اور اکثر مساجد کے سارے کام کاج آج ہندی رسم الخط میں ہی انجام دیے جا رہے ہیں۔ دیکھنے میں یہاں تک آ رہا ہے کہ جو پروگرام فروغِ اردو کے عنوان پر منعقد کیے جاتے ہیں وہاں بھی ان دیکھی کا یہ عالم ہے کہ اُن کو بھی ہندی یا انگریزی کے ذریعہ مشتہر کیا جاتا ہے۔ ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ عوامی بیداری مہم چلائی جائے اور اُردو رسم الخط اور زبان کی اہمیت و ضرورت سے لوگوں کو آگاہ کر کے اس طرف متوجہ کیا جائے۔

دوسرے اسکولی سطح پر سسکتی کراہتی اس زبان کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے ورنہ آنے والا وقت ہم سے ضرور سوال کرے گا کہ تم نے اس امانت کی کتنی حفاظت کی جس کو تمہارے اَسلاف سونپ کر گئے تھے اور جو تمہاری تہذیب کی علامت تھی۔

○○